بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

جب سے کہ حیدرآباد دکن میں ندوۃ المصنفین اور برہان کا چرچا ہوا ہے وہاں کے بزرگوں اور دوستوں کی جانب سے برابر دعوت نامے موصول ہو رہے تھے۔ اسی اثنا میں وہاں دو تین کانفرنسیں ہوئیں ان میں بھی بلایا گیا لیکن اتفاقات کچھ ایسے پیش آتے رہے کہ ہماری جانب سے ارادے ہو ہو کر ختم ہوتے رہے۔

یہاں تک کہ حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ نے مسلسل تقاضوں کے بعد اپنے ایک والانامے میں محبت آمیز غصہ کے ساتھ تحریر فرمایا "انتظار کرتے کرتے میں تو تھک چکا ہوں اب جب آنا ہو آؤ" مولانا مدظلہ کی اس تنبیہ سے کمر ہمت چست ہوگئی اور بالآخر ۳ر اکتوبر کو بمعیۃ مولانا سعید احمد صاحب ایم اے مدیر اعلیٰ برہان یہ تاریخی سفر شروع ہوا، قرارداد کے مطابق قیام مولانا گیلانی مدظلہم کے یہاں ہوا مولانا سعید احمد صاحب بعض ناگزیر ضروریات کی وجہ سے دو ہفتوں کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ راقم سطور کا قیام بالکل غیر اختیاری طور پر چھ ہفتوں تک ممتد رہا۔

خدا کا شکر ہے ندوۃ المصنفین کے لئے یہ سفر ہمہ جہت توقع سے کہیں زیادہ کامیاب رہا۔ بہت سے حضرات محسن ہوگئے۔ متعدد حضرات نے محسن ہونے کے علاوہ عطایائے خاص بھی مرحمت فرمائے جو حضرات اب تک ندوۃ المصنفین کے کاموں سے پوری طرح باخبر نہیں تھے وہ باخبر ہوگئے۔ جن علمی اداروں کے ساتھ باقاعدہ روابط اب تک قائم نہیں ہو سکے تھے اب ان سے ایک مستقل رشتہ ہوگیا۔ سردست اس سلسلہ میں ہم اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً۔

سرکار آصفیہ خلد ہا اللہ کے قومی، دینی اور علمی کارناموں سے کون بے خبر ہے! لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نے جو کچھ سن رکھا تھا وہاں جا کر اس سے زیادہ پایا۔ اور وہاں یہ اندازہ ہوا کہ جب تک "دلی ظفر کے ہاتھ سے پل میں نکلی نہیں تھی"۔ اس وقت تک ہم یہاں کیا ہوں گے اور اب اگر پھر ہماری اپنی حکومت قائم ہو جائے تو ہم اپنی روایاتِ ملی و مذہبی۔ علوم و فنون۔ کلچر۔ اسلامی تہذیب و تمدن اور زبان و ادب کے لئے کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ بہت سی چیزیں ہیں جنھوں نے سرکار آصفیہ کا نام تمام عالمِ اسلام میں روشن کر رکھا ہے۔ ان میں جامعہ عثمانیہ۔ دائرۃ المعارف۔ دار الترجمہ۔ کتب خانۂ آصفیہ اور سہ ماہی انگریزی رسالہ

اسلامک کلچر دراصل وہ چیزیں ہیں جن کو سرکارِ آصفیہ کے تاج افتخار کا گوہر شب چراغ کہنا چاہئے واقعہ یہ ہے کہ قدیم اسلامی علوم وفنون کی حفاظت وبقا اور نشر واشاعت، اردو زبان میں تمام جدید علوم کے تراجم۔ پھر اردو میں ہی ان کی اعلیٰ کلاسوں تک تعلیم "اسلامک کلچر" کے ذریعہ اسلامی علوم اور ان کے متعلقات پر نہایت بلند پایہ مضامین ومقالات کی اشاعت اور ان کی حوصلہ افزائی۔ یہ سب وہ شاندار وبے مثال کارنامے ہیں جو اس عمدگی اور فیاضی کے ساتھ بحیثیت مجموعی عالم اسلام کے کسی گوشہ میں نہیں ہورہے ہیں اور ان پر سرکارِ عالیہ کو جتنا بھی فخر ہو کم ہے۔

حیدرآباد میں ان تمام چیزوں کو دیکھکر احساس ہوا کہ دلّی میں مغل سلطنت کا چراغ گل ہونے کے بعد قدرت نے کس طرح سرکارِ عالیہ کی صورت میں مسلمانوں کے لئے امیدواریاں کا ایک چراغ روشن کردیا ہے کہ اس کی روشنی سے ہمارے عہدِ ماضی کے نقوش اب تک مٹے نہیں بلکہ اجاگر ہیں۔ ہم نے جامعہ عثمانیہ کی تمام تعمیر شدہ اور زیر تعمیر عمارتیں دیکھیں اساتذہ اور طلبہ سے ملاقاتیں کیں۔ مختلف شعبوں کا معائنہ کیا۔ ہوسٹلز میں جاکر وہاں کے انتظامات دیکھے۔ طلبار کے طعام خانہ کا کھانا بھی کھایا، سائنس کالج کے مختلف شعبوں میں جاکر وہاں کے معامل تحقیقات اور میوزیم کو دیکھکر لطف اندوز ہوئے۔ دائرۃ المعارف اور دار الترجمہ میں ان دونوں اداروں کے عمال وارکان سے ملاقات اور تبادلۂ خیالات کا موقع ملا۔ بحمد اللہ کہ ہر ایک جگہ آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اور دل نے جو محسوس کیا وہ لفظوں میں اظہارِ خیال سے کہیں بلند ہے۔

مختلف نمازیں مختلف مسجدوں میں اور نماز جمعہ مکہ مسجد میں ادا کرنے کا اتفاق ہوا۔ نماز جمعہ میں ہر طرف ترکی ٹوپیوں اور شیروانیوں کو دیکھکر کیا کہا جائے کہ ہمیں کتنا کیف اور سرور حاصل ہوا۔ شہر کی عام زندگی میں اگرچہ مغربیت کے آثار نظر آتے ہیں لیکن اب بھی مشرقیت کا عنصر غالب ہے۔ اکثر لوگ ایک ہی ہندوستانی وضع قطع میں نظر آتے ہیں۔

ارباب حیدرآباد نے ہم دونوں کی جس طرح پذیرائی کی اور شاندار پارٹیاں دیکر اور نہایت پُر تکلف ضیافتیں کرکے ہماری جو عزت افزائی کی ہے ہم اس کے لئے سراپا تشکر وامتنان ہیں۔ ہمارے ان مخلص دوستوں اور قدردانوں کی فہرست اس قدر طویل ہے کہ ان صفحات میں ان سب کا شمار بھی مشکل ہے البتہ بزرگوں میں نواب مقصود جنگ بہادر، مولوی عبد الرحمٰن خاں صاحب صدر حیدرآباد اکاڈمی۔ اور نواب مولوی فیض الدین صاحب ہمارے خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنھوں نے ندوۃ المصنفین کے ساتھ

اپنی غایت درجہ دلچسپی اور قدر دانی کا ثبوت دیا۔ مخلص دوستوں میں مولانا سید فضل اللہ۔ برادرم مولانا یعقوب الرحمٰن عثمانی اور مولانا دلدار علی صاحب نے جس طرح اپنے اوقاتِ گرامی کا اکثر حصہ ہمارے ساتھ گذار کر ہم لوگوں کی جو دلجوئی اور دمسازی کی ہے وہ رسمی شکریہ سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ پھر ڈاکٹر میر ولی الدین پروفیسر ہارون خاں شروانی۔ پروفیسر الیاس برنی۔ اور مولانا عبد الباری ندوی وغیرہ کی ملاقات اور ان کی کرم گستری سے جو لطف و سرور حاصل ہوا ہے اس کا اثر قلب و دماغ پر اب تک ہے۔

اس فہرست میں ہمارے مخدوم مولانا سید مناظر احسن گیلانی کا نام نہ دیکھکر بعض دوستوں کو تعجب ہوگا۔ لیکن حق یہ ہے کہ مولانا کا اور ہمارا تعلق ان چیزوں سے بہت بلند ہے۔ البتہ قیامِ حیدرآباد کے زمانہ میں مولانا کی جو علمی اور عملی خصوصیتیں ہمارے علم میں آئیں انھوں نے ہمیں بے حد متاثر کیا ہے۔ مولانا اسلامیات کے متبحر اور وسیع النظر عالم اور عملاً نہایت صالح اور متقی ہیں مگر ساتھ ہی نہایت شگفتہ مزاج اور بذلہ سنج بھی ہیں۔ وہ علمی و دینی مباحث کے ساتھ ساتھ موصوف کے ادبی اور مزاحیہ فقرے اور وہ عجیب مجذوبانہ اور مستانہ اندازِ کلام۔ بڑے بھائیوں کی سی بے لوث محبت اور یارانِ سرپل کی سی بے تکلفی۔ یہ سب چیزیں عمر بھر یاد رہیں گی۔ زیادہ قیام مولانا کے مکان پر ہی رہا۔ آخر میں دو ہفتہ کے لئے ہم حسینی علم میں نواب مولوی عبد العزیز خانصاحب اور نواب عبد الباسط خاں صاحب کے نہایت پر تکلف مکان میں منتقل ہو گیا تھا کہ یہ مکان ہمارے اکابر کا قدیم آشیانہ رہا ہے۔ اور ان حضرات ...... کے خاندان کو اربابِ دیوبند سے نہایت عمیق اور مخلصانہ تعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان سب بزرگوں اور دوستوں کو اس خلوص کا اجر جزیل عطا فرمائے کہ ہم خود ان کے اس خلوص کا بدلہ دینے سے عاجز ہیں۔